ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol. 6 No.1 2022

مولانا محمد شہاب الدین ندوی: حیات وخدمات(1931ءتا2002ء)

Life & Services of Molana Muhammad Shahabud-din-Nadvi

Rehana Imtiaz
Ph.D research Scholar , Department of Quran and Tafseer , Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Abstract:
Mulana Muhammad Shahabud-din-Nadvi (1931-2002) is one of the greatest academic personality .He got knowledge , wisdom ,bravery , honesty and love for justice as his legacy .He was one of the fortunest person because in the very bigining of his academic career he chose the specific direction for himself .Mulana's area of interest was Quran and Science .Beside this he initiated reseach work on Islamic shariah and the welfare movement for society .He started delivering the lectures on 'Holy Quran and science' on monthly basis that was the first series in the history of Banglore.He did many educational trips toward UAE. 'Tafsir Israr –ul-Quran' is one of his most significant academic contribution,in which he stated few surah of Holy Quran in his peculiar style .He wrote more then one hundred books on social issues ,philosophy and shariah. Mulana established very first research centre named as Furqania Academy on the land of Tipu Sultan.The purpose of this academic movement was to research and produce literature in english and urdu with new view. A well equipped library was also founded that had fourty thousand books. He spent whole of his life in academic and research work. Many researchers and religious scholars are the witness of his great contribution .Molana called himself 'servent of the Holy Quran'.He did pure academic and research work free from party and sectarianism restrictions. Muslim umah's carefree attitude towards the teaching of Holy Quran was the continuous source of anxiety till his death. But his academic and research work are still kept alive by his sons.

Key words: Mulana Muhammad Shahabud-din-Nadvi , Banglore , Nadvi.

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانیت کی جسمانی غذا کے لیے طبیعاتی نظام کو کام پر لگایا اسی طرح روحانی غذا کی فراہمی کے لیے اپنے پیغمبروں کو منتخب فرمایا۔ہر دور کا پیغمبر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے ذریعے انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ اس سلسلے کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں جن پر آخری الہامی کتاب قرآنِ مجید کا نزول ہوا،اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کسی رسول نے آنا ہے اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کا نزول ہونا ہے۔قرآنِ مجید ہی قیامت تک رہنمائی کا آخری ذریعہ ہے لہٰذا اس میں قیامت تک آنے والے لوگوں کے سوالات اور مسائل کے حل کی طرف رہنمائی موجود ہے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ. . . . ﴾[1]

(روزوں کا مہینہ رمضان کا ہے جس میں قرآن اول اول نازل ہوا جو لوگوں کا راہنما ہے۔)

انسانیت کا وہ گروہ جو اللہ کی مدد اور علم کے ساتھ اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اور اسے معاشرے کے دوسرے افراد تک پہنچاتا ہے علماء کرام کا گروہ ہے۔ان علماء کرام نے اپنی زندگیاں انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے وقف کر دیں۔یہ علماء کرام قرآن مجید کی آیات میں غور وفکر کر کے اس میں سے اپنے معاشرے کے افراد کے لیے ہدایت کا پیغام تلاش کر کے عام کرتے ہیں۔ان لوگوں نے اپنی زندگی کے شب وروز قرآنِ مجید کی آیات میں غور وفکر کرنے میں گزارے۔اس غور وفکر کے نتیجے میں حاصل ہونے والی تعلیمات کی تبلیغ بھی ان ہستیوں نے کی۔یہ صالح ہستیاں حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد ہر دور میں موجود رہیں۔انہی ہستیوں میں سے بیسویں صدی کی ایک عظیم علمی ہستی مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی ہے جن کی حیات وخدمات کا ایک جائزہ اس آرٹیکل میں پیش کیا گیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کے احوال وآثار

خاندانی پس منظر

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کا تعلق شیوخ گھرانے سے تھا۔ان کے جد اعلیٰ محمد حیات جمعدار شیر میسور ٹیپو سلطان شہید کی فوج میں ایک اعلیٰ افسر تھے۔ان کا سلسلہ نسب یوں ہے: محمد شہاب الدین ندوی بن الحاج عبدالرشید بن محمد اکبر بن محمد بن محمد حیات جمعدار۔ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد محمد حیات صاحب بنگلور سے تقریباً چالیس میل دور ایک مقام 'اورنگی' کے قریب آباد ہوگئے تھے اور باقی زندگی ایک زمیندار کی حیثیت سے وہیں بسر کی۔مولانا کے دادا اور نانی آپس میں سگے بہن بھائی تھے۔نانا کا اصل نام امام خاں، بن عثمان خاں، بن حسن خاں تھا جو کہ صاحب علم شخص تھے اور اس علاقے کے سر قاضی مقرر ہوئے۔مولانا کی نانی کلثوم بی بی بہت بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں جو قرآنِ مجید، حدیثِ مبارکہ، فقہ، سیرت، تصوف اور دینی علوم میں دسترس رکھتی تھیں نیز ان پر عشق الٰہی کا غلبہ طاری رہتا تھا۔مولانا کے والد صاحب حد درجہ کریم النفس اور سادہ مزاج تھے۔وہ مقامی مسجد میں اعزازی طور پر امامت کے علاوہ قضاء کے فرائض انجام دیتے تھے جن کا انتقال ۱۹۵۲ء میں ہوا۔والدہ ماجدہ بھی نانی جان کی طرح ایک زبردست نادرالوجود عالمہ و فاضلہ تھیں جن کی گود میں مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء بمطابق یکم رجب ۱۳۵۰ھ کو ہندوستان کے شہر بنگلور کے مضافات میں بمقام 'چک باناور' میں آنکھ کھولی۔[2]

تعلیم کے مختلف ادوار

۱۹۳۷ء میں عصری تعلیم کا آغاز کیا جبکہ ۱۹۳۸ء میں جد محترم جناب اکبر صاحب کی وفات ہوئی۔خاندانی روایت کے مطابق اسکول کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۴۲ء میں تجارت میں مشغول ہوگئے۔مولانا نے کپڑوں کی تجارت شروع کی، چند ہی سالوں میں ان کا شمار اپنے علاقے کے بڑے تاجروں میں ہونے لگا ۔دورانِ تجارت مولانا کو ایک کتاب 'دو قرآن' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔جس نے ان کی طبیعت کو بے چین کر دیا اور وہ تجارت سے قرآن فہمی کی طرف راغب ہوئے۔۱۹۵۶ء میں عربی زبان کی ابتدائی کتب اس غرض سے پڑھنے میں مشغول ہوئے کہ قرآن کو قرآن کی زبان میں سمجھا جاسکے۔اس کے ساتھ ساتھ قرآن کو سمجھنے کے لئے اردو تفاسیر سے بھی مدد لینے لگے۔اس سے جب کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہوا تو مولانا نے تجارت کو خیرباد کہہ کر باقاعدہ عربی زبان اور علوم دینیہ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں داخلہ لینے کا ارادہ کر لیا۔[3]

ندوۃ العلماء میں داخلہ

۱۹۵۶ء ندوۃ العلماء میں داخلے کے بعد اس قدر محنت و جانفشانی کے ساتھ چھ سالہ کورس صرف تین سال میں کیا کہ دنیا و مافیہا سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔۱۹۵۹ء میں لکھنو یونیورسٹی سے فاضل ادب کی تکمیل کی۔پھر رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئے۔۱۹۶۰ء میں ندوۃ العلماء میں دوبارہ داخلہ لیا اور ۱۹۶۲ء میں عامیت کی سند حاصل کی اور پھر دوبارہ تجارت شروع کی۔اس دوران علوم دینیہ کے مطالعہ کے علاوہ انگریزی زبان اور سائنسی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔چند سالوں کی ذاتی محنت کے ذریعے علم طبیعات، علم کیمیا، علم حیاتیات، علم فلکیات، علم نباتات اور انگریزی زبان میں بہت حد تک مہارت حاصل کر لی۔پھر ۱۹۶۸ء میں تجارت کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔[4] چنانچہ مولانا جب سے ندوہ سے فارغ ہوئے تب سے لے کر سات آٹھ سال تک قرآن کو 'سائنسی نقطہ نظر' سے اور سائنس کو 'قرآنی نقطہ نظر' سے نہ صرف خوب جانچا بلکہ پورے خلوص اور ایمانداری سے ان دونوں کے اسرار و حقائق تک رسائی بھی حاصل کی۔اگرچہ عائلی، معاشی اور دیگر کئی اقسام کی مشکلات اور مسائل کے سبب مولانا کی یکسوئی میں خلل واقع ہوتا رہا مگر انہوں نے خود کو ڈگمگانے نہ دیا۔خود کو علمی کام کے لئے بالکل خاص کرنے کی غرض سے 'داسرہلی' نامی ایک مقام پر ایک گھر تعمیر کر کے اسے کرائے پر دے دیا۔اب مولانا بے فکری سے اپنے علاقے کی ایک پہاڑی 'ڈونگری' پر صبح سویرے کتابوں کے ہمراہ جاتے اور دوپہر کو گھر واپس آتے۔[5]

علمی و قلمی دنیا میں رونمائی

۱۹۶۹ء میں مولانا گوشہ گمنامی سے نکل کر علمی و قلمی دنیا میں سامنے آئے۔چاند کی تسخیر پر مضامین کی اشاعت کا ایک سلسلہ ہفت روزہ 'صدق جدید' لکھنو اور ماہنامہ 'برہان' دہلی میں شروع کیا۔اس طرح ۱۹۷۰ء میں مولانا کی پہلی تاریخ ساز اور عہد آفریں کتاب 'چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں' کی اشاعت ہوئی۔اسی سال چک باناور، بنگلور میں ایک تحقیقی و تصنیفی مرکز 'فرقانیہ اکیڈمی' کی بنیاد رکھی۔۱۹۷۲ء میں ماہنامہ 'تعمیرِ فکر' کا اجرا کیا۔۱۹۷۵ء میں سہ ماہی مجلہ 'ندائے فرقان' کا اجرا کیا۔مولانا نے آل انڈیا مسلم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ایجوکیشنل سوسائٹی کی جانب سے کیالی کٹ میں منعقدہ کانفرنس میں بطور مندوب شرکت کی۔۱۹۷۶ء میں اپنے پسندیدہ موضوع 'قرآن اور سائنس' پر تحقیق و تصنیف کی غرض سے ماہنامہ 'تعمیرِ فکر' اور سہ ماہی مجلہ 'ندائے فرقان' سے دست بردار ہوگئے۔۱۹۷۷ء میں حج کا فریضہ ادا کیا۔اسی دوران مکہ مکرمہ سے پہلا، سب سے بڑا اور قیمتی علمی کتابوں کا تحفہ فرقانیہ اکیڈمی کے لئے حاصل کیا۔۱۹۷۹ء میں داسرہلی میں فرقانیہ اکیڈمی کی نئی عمارت کی تکمیل ہوئی جسکاافتتاح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ [6] نے کیا۔۱۹۸۱ء میں پاکستان کی جانب پہلا سفر کیا۔ جہاں سے علمی کتابوں کا ایک بڑا تحفہ فرقانیہ اکیڈمی کے لئے ملا ۔[7] ۱۹۸۲ء میں مولانا دوسری مرتبہ پاکستان آئے جہاں سے نہ صرف فرقانیہ اکیڈمی کے لئے کتابوں کا دوسرا بڑا تحفہ حاصل کیا بلکہ اپنی معرکتہ لآراء کتاب 'اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں' کی اشاعت کے سلسلے میں پیش رفت بھی کی۔ مولانا کی انہیں کاوشوں سے ۱۹۸۳ء میں کراچی سے اس کتاب کی اشاعت ہوئی۔ مولانا نے 'عورت اور اسلام' کے نام سے اپنا ایک مقالہ دہلی میں منعقدہ ایک سیمینار میں پیش کیا۔ جس سیمینار کا موضوع ہی 'عورت اور اسلام' تھا جس میں مولانا نے بطور مندوب شرکت کی جس میں مولانا کو حکومت کرناٹک کے راجو تسوا ایوارڈ سے نوازا گیا۔[8]

شریعت اسلامیہ پر تحقیقی کام کا آغاز

۱۹۸۵ء میں مولانا نے اسلامی شریعت پر تحقیقی کام کا آغاز اس وقت کیا جب فرقہ پرستوں کی سازشوں کی وجہ سے ہندوستان میں اسلامی شریعت یا مسلم پرسنل لاء پر ایک منظم حملہ کیا گیا۔ان فسطائی طاقتوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلم پرسنل لاء کو مکمل طور پر ختم کر کے کامن سول کوڈ نافذ کیا جائے۔ چنانچہ شاہ بانو کیس جو کہ 'نفقہ ءمطلّقہ' سے متعلق تھا، میں ہندوستانی سپریم کورٹ نے ایک غلط فیصلہ دے کر اس مہم جوئی کے لئے راستہ صاف کرنا چاہا۔اس غلط فیصلے کے نتیجے میں پورے ہندوستان میں ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی جس کی وجہ سے اس فیصلے کو واپس لے لیا اور ایک نئے ایکٹ 'مطلقہ مسلم خواتین ایکٹ' ۱۹۸۶ء کو نافذ کیا گیا ۔ چنانچہ ان حالات میں مولانا نے اسلامی شریعت کی معقولیت ثابت کرنے کے لئے علمی کام کا آغاز کیا۔ پھر ۱۹۸۶ء میں دو کتابیں 'سپریم کورٹ کا فیصلہ : حقائق و واقعات کی روشنی میں' اور شریعت اسلامیہ کی جنگ : نفقہ مطلقہ کی روشنی میں 'فرقانیہ اکیڈمی کے ذریعے شائع کیں۔ جن میں پورے دلائل کے ساتھ اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بحث کر کے گمراہ کن نظریات کا رد کیا۔[9]

تحریک اصلاحِ معاشرہ

۱۹۸۹ء میں مولانا نے اصلاح معاشرہ کا آغاز ایک کتاب 'جہیز ایک غیر اسلامی تصور' کی اشاعت کے ذریعے کیا۔اسی عرصے میں مولانا نے اپنا ایک مقالہ 'بیع مرابحہ اور اسلامی بنک کاری' اسلامی فقہ اکیڈمی کے زیر اہتمام منعقدہ تیسرے فقہی سیمینار بنگلور میں پیش کیا۔۱۹۹۱ء میں مولانا نے تحریک اصلاح معاشرہ میں تیزی لاتے ہوئے دو کتابوں 'جہیز خلاف شریعت کیوں؟' اور 'نکاح کتنا آسان اور کتنا مشکل؟' کی اشاعت اور بڑے پیمانے پر ان کی تقسیم کا اہتمام کیا۔اس عرصے میں مولانا ندوۃ العلماء لکھنو کی مجلس انتظامیہ کے رکن بھی منتخب ہوئے۔۱۹۹۳ء میں مولانا نے ایک دارالشریعہ (مرکز تحقیقات شرعیہ) کا قیام عمل میں لایا جس کا افتتاح حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی [10] نے کیا نیز مولانا اسلامک لاء کونسل کے چیرمین منتخب ہوئے۔[11]

قرآنِ مجید اور سائنس کے موضوع پر ماہانہ خطبات

۱۹۹۴ء میں مولانا نے فرقانیہ اکیڈمی کے زیر اہتمام بنگلور میں عالمی تحریک برائے اعجاز قرآن کے تحت قرآن اور سائنس کے موضوع پر ماہانہ خطبات کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جو کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہ صرف اہم ترین بلکہ بنگلور کی تاریخ کا بھی اولین سلسلہ تھا۔ مولانا نے آٹھ خطبات جو کہ تحریری شکل میں بھی پیش کئے ان کا مجموعہ 'قرآن اور نظام فطرت' کے عنوان سے ۱۹۹۸ء میں منظر عام پر آیا، بعد میں اس کے عربی اور انگریزی ایڈیشن بھی شائع کئے گئے۔[12]

علمی اسفار

۱۹۹۴ء میں مولانا نے مختلف علمی مذاکرات اور مجلسوں میں شرکت کی غرض سے متحدہ عرب امارات کی جانب سفر کیا۔ مولانا نے کل ہند زکوٰۃ کے اجتماعی نظام پر سیمینار کا انعقاد دارالشریعہ کے زیرِ اہتمام کیا۔ جس میں خطبہ اور کلیدی مقالہ بھی پیش کیا اور انگریزی اور اردو زبان میں ایک کتاب 'زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کی اہمیت' کی بھی اشاعت کی ۔اس عرصے میں متحدہ عرب امارات کی جانب سفر کیا۔ مولانا نے حضرت سید ابوالحسن علی ندوی کی دعوت پر ۱۹۹۸ء میں ندوتہ العلماء لکھنو کا سفر کیا جہاں تین محاضرات 'قرآن و سائنس' کے موضوع پر پیش کئے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی [13] کی صدارت میں پہلا محاضرہ پیش کیا۔ دوسرا اور تیسرا محاضرہ بالترتیب حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی [14] کی صدارتوں میں پیش کیا۔ پھر مولانا نے کویت کی جانب پہلا سفر کیا۔ جہاں مختلف مجلسوں میں علمی مذاکرات

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

کے علاوہ مختلف جامعیات کے سربراہوں اور علماء سے ملاقات بھی کی۔ کویت کے ہفت روزہ مجلات 'المرآتہ الامتہ' اور 'المجتمع' کے صحافیوں سے ملاقات کی اور کلوننگ کے بارے میں انٹرویو بھی دیا۔ پھر مصر کی جانب پہلا سفر کیا جہاں حکومتِ مصر کی جانب سے دعوت پر قاہرہ کی دسویں عالمی کانفرنس میں بطور مندوب شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں مولانا نے اپنا مقالہ 'التقدم فی العلم والتکنالوجیاضرورتہ من منظور اسلامی' (سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی اسلامی نقطہ نظر سے وقت کی اہم ضرورت) پیش کیا۔ مصر سے علمی کتابوں کا ایک تحفہ فرقانیہ اکیڈمی کے لئے لے کر وطن لوٹے اور متحدہ عرب امارات کی جانب سفر کیا۔[15] مولانا نے ۱۹۹۹ء میں اردن کی جانب سفر کیا۔ ریاض کی جانب سے منعقدہ عمان کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس 'وامی' (ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ) میں بطور مندوب شرکت فرمائی۔ جس میں اپنا مقالہ 'انحطاط المسلمین فی العلم والتکنولوجیا و موثراتہ الناکستہ علی الشباب المسلم' (سائنسی میدان میں مسلمانوں کا عروج و زوال اور اس کے اسباب و محرکات) پیش فرمایا۔ مصر کی جانب دوسرا سفر کیا اور قاہرہ میں ہونے والی گیارہویں عالمی کانفرنس میں بطور مندوب شریک ہوئے۔ جہاں اپنا مقالہ' اھمیتہ الجھاد لنھضتہ العالم الاسلامی' (عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جہاد کی اہمیت) پیش کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے کویت کی جانب دو مزید علمی سفر کئے۔[16]

علمی خدمت

مولانا کی ایک علمی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کی بعض منتخب سورتوں کی تفسیر اپنے مخصوص انداز سے کی۔ یہ کام یکسوئی کا طالب تھا جو کہ مولانا کو ۱۹۹۶ء میں میسر آئی جب کہ اکیڈمی نئے مقام پر منتقل کر دی گئی۔ تب آپؒ نے 'تفسیر اسرار القرآن' کے نام سے بعض سورتوں کی تفسیر لکھی۔ مولاناؒ نے ایسی سورتوں کو منتخب کیا جو 'آیات اللہ' یا دلائل ربوبیت کے تعلق سے بہت اہم ہیں، ان کا تعلق 'اقسام القرآن' سے ہے۔ مولاناؒ نے اس موضوع پر تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں کچھ ایسے حقائق پیش کئے جن تک کسی مفسر کی رسائی نہیں ہو سکی۔ یہ حقائق پوری نوع انسانی کو خبردار کرنے والے ہیں۔[17]

سوانح عمری اور تحقیق و تصنیف

مولانا نے اپنی زندگی کے آخری ایام کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان میں ایک کتاب لوگوں کی عبرت کے لئے لکھی جس میں اپنی داستان حیات کے کچھ تلخ حقائق اور تجربات بیان کیے۔ مولانا نے ملت کی اصلاح اور تعمیر نو کا جو کٹھن کام کیا اس کو قرآن عظیم کا فیض قرار دیتے تھے کہ جس کے باعث اس خاردار راستے کو عبور کیا۔ مولانا اپنے پختہ عزم کے ساتھ ناکامیوں اور دل شکنیوں کے باوجود ہمیشہ آگے بڑھتے گئے۔ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

> "چنانچہ اس پچاس سالہ والہانہ جدوجہد میں میرے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آ سکی۔ کیونکہ میں نے قرآن اور سائنس کے 'معمے' کو پوری طرح حل کر کے کتابِ حکمت کے سربمہر خزانے کو کھولنے کی 'چابی' دریافت کر لی تھی۔ لہٰذا جب میں نے قرآن عظیم کے 'اندرون' کی جھلک دیکھ لی اور اس کی تجلیوں نے مجھے خیرہ کر دیا تو اس جلوہ الٰہی سے میں مسحور ہو کر رہ گیا۔ لہٰذا اب میں پچھلے ۳۳ سال سے کتاب الٰہی کا یہ جلوہ اہل اسلام کو دکھانے کی کوشش میں تن من دھن کی بازی لگا کر پوری طرح جتا ہوا ہوں، مگر اکثر و بیشتر عوام تو عوام خود بہت سے 'اہل علم' بھی اس طرح دور بھاگ رہے ہیں، گویا کہ یہ کوئی آسیب یا 'غیر اسلامی' چیز ہو۔ کیا یہ ایک عجیب بات نہیں ہے کہ حاملین قرآن خود اپنی ہی کتاب کی اس 'نئی تجلی' کے مشاہدے کی تاب نہیں لا رہے ہیں؟"۔[18]

مولانا بچپن سے ادھیڑ عمری تک جفاکش و صحت مند رہے مگر بیسویں صدی کی ساتویں دہائی کے اواخر میں جب تجارت سے مکمل کنارہ کش ہو کر تحقیق و تصنیف کے میدان میں آئے اور نہایت مشکلات و مصائب کا سامنا کرتے ہوئے دینی و علمی مقاصد کے حصول کی خاطر ضروریات زندگی اور حفظانِ صحت کے بنیادی لوازمات سے استغنا برتنے لگے تو صحت پر برا اثر پڑنے لگا۔ مولانا مقصد کے حصول میں فنائیت کی حد تک مشغول و منہمک ہو گئے جس کی وجہ سے بہت سے امراض کا شکار ہو گئے۔ مولانا اپنی لاعلاج بیماریوں کا حل تصنیف و تالیف میں فنا ہونے کو سمجھتے۔ اپنے علمی جہاد کو آخری دم تک قلم ہاتھ میں لے کر دیوانہ وار مکمل کرتے رہے۔[19] اس طرح تقریباً ایک درجن تصنیفات طباعت کے لئے تیار کر لیں۔ اس سے پہلے مولانا کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی کتاب مکمل ہوتی تو اپنی نگرانی میں اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کرتے مگر آخری ایام میں اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی کہ مکمل ہونے والی کتابوں کی اشاعت کرتے اور نئی کتاب لکھنے سے پہلے کچھ آرام بھی نہ کیا۔ مولانا نے اپنی زندگی کی سب سے اہم کتاب 'قرآن عظیم کا نظام دلائل اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ 'کو قرار دیا، جس کے بعد بڑی تیزی سے اپنی سوانح عمری لکھنی شروع کی اور دن رات اس میں مشغول رہے۔ دوران تصنیف یہ بھی فرمادیا تھا کہ یہ میری زندگی کی آخری کتاب ہوگی جس کی تکمیل کے ساتھ ہی میرا مشن بھی مکمل ہو جائے گا۔ مولانا کا یہ ادراک بالکل درست ثابت ہوا، جوں ہی یہ کتاب مکمل ہوئی بلاوا اجل آگیا۔[20]

وصیت، وقتِ مرگ اور وفات

جب ہسپتال روانہ ہونے لگے تو ایک جامع وصیت فرمائی اور اپنے تین بیٹوں حافظ سعید الرحمٰن ندوی، حافظ مولوی جمیل الرحمٰن ندوی اور مولوی انیس الرحمٰن ندوی سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ پوری ذمہ داری سے اکیڈمی کو قائم و دائم رکھیں گے۔ بیٹوں کی بیعت اور یقین دہانی سے مطمئین ہوئے تو پھر ہسپتال کے لئے روانہ ہوئے جہاں ۱۸/اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات بمطابق ۴/صفر ۱۴۲۳ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔[21] مولانا نے اپنی زندگی کے خانگی اور علمی ہر دو میدانوں میں کوئی بھی کام نامکمل نہیں چھوڑا۔ زندگی کے آخری ایام میں مولانا نے تمام خانگی امور، علمی کام اور اکیڈمی کے انتظامی امور اپنے جانشینوں کو اس طرح سے سمجھائے گویا کہ آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو رہے ہوں۔ ۱۸ اپریل بعد نمازِ عصر کو مولانا کی پہلی نمازِ جنازہ آپ کے بیٹے حافظ سعید الرحمٰن ندوی نے پڑھائی۔ جبکہ دوسری بار نمازِ جنازہ بعد نمازِ مغرب آپ کے دوسرے بیٹے حافظ مولوی جمیل الرحمٰن ندوی نے اپنے آبائی وطن چک باناور (مضافات بنگلور) میں پڑھائی۔ مولانا کو اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔[22]

مولانا ندوی کا علمی مقام علماء مذہبی اسکالرز اور محققین کی نظر میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مولانا کو قرآن کے جدید علمی اعجاز کا محقق قرار دیا۔ آپ کے مطابق مولانا نے جدید نظریات سے واقف ہونے کی کوشش کی اور پھر قرآن مجید میں غور و فکر کر کے خوب عمدہ کام کیا نیز یورپ میں جو کام ایک اکیڈمی کرتی ہے وہ مولانا نے اکیلے کیا۔'۔۔۔ مقدمہ نگار کو ان کے مطالعہ کے اس تسلسل، سنجیدگی اور وسعت اور اس سے اسلام اور قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کے جذبے اور کوشش سے مسرت اور (معذرت کے ساتھ) دار العلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے انتساب کی وجہ سے فخر بھی ہے'۔[23] حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری [24] نے فرمایا کہ 'آپ کا طرز فکر اس دور میں مسلمانوں بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے بے حد مفید اور از بس ضروری ہے۔'[25] حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی مولانا کے میدانِ عمل اور جداگانہ تحقیقی انداز کے متعلق فرماتے ہیں کہ '۔۔۔ وہ کسی کے مقلد تو نہیں ہیں لیکن دین کی حمیت اور سرور کائنات کی رسالت اور حشر و نشر کے عقلی وجوہ پر بڑے اعتماد و یقین کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔'[26] پروفیسر بی شیخ علی [27] نے یوں فرمایا '۔۔۔ مولانا کے نزدیک ایک عظیم لائحہ عمل تھا، وہ یہ کہ دین برحق کے ہر گوشہ کو حقیقت کے آئینہ میں جانچنا، اسلام کی سرمدی سچائیوں کو ابھارنا، اس کے سرچشمہ حیات کو عام کرنا، شریعت اسلامی کے محاسن کو اجاگر کرنا اور عصر جدید کے نئے تقاضوں کو پورا کرنا، مولانا کے تجدیدی کام سے ہمیں امام غزالی، امام رازی، امام ابن تیمیہ اور امام شاہ ولی اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔'[28] ڈاکٹر عبدالرحمٰن قمرالدین [29] نے مولانا کے علمی مقام پر یوں روشنی ڈالی 'مولانا مرحوم کا اختصاص قرآن حکیم کے عصری اعجاز کو منظر عام پر لانا اور اسلام کے بنیادی عقائد کو علمی و عقلی سطح پر دلیل و استدلال کے ذریعہ ثابت کرنا تھا۔ مولانا نے ان دونوں میدانوں میں بے مثال پیش رفت فرمائی اور اپنی لاتعداد تحقیقات و تصنیفات کے ذریعہ اس سمت میں ایک ایسا تجدیدی کارنامہ انجام دیا جو تاریخ اسلام کے دیگر تجدیدی کارناموں سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔'[30] حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ [31] نے بیان فرمایا 'یقیناً آپ ملت اسلامیہ کی دیرینہ خواہش کے مطابق قرآن کی روشنی میں امتیازی طور پر اس بلندی کو جا پہنچے ہیں جہاں پر انسانی زندگی کو منور کرنے کے لئے آبدار موتی دستیاب ہوں۔'[32] مولانا نور عالم خلیل امینی [33] کے مطابق 'آپ کو اپنے مشن سے دیوانگی کا سا تعلق تھا۔ انہوں نے بڑی محنت کی زندگی گزاری اور ان کی محنت رنگ لائی، وہ اپنے مشن کو کامیابی سے ہم کنار کر کے دنیا سے گئے، فرقانیہ اکیڈمی کو ترقی کی اعلیٰ منزل تک پہنچایا۔ پوری زندگی جد و جہد سے معمور رہی۔'[34] مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری [35] نے فرمایا 'مولانا محمد شہاب الدین ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء کے ذکی و ذہین طلبہ میں سے تھے۔ ایک عرصہ بعد ان کے مضامین سے جو مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں، ان کا جدید تعارف ہوا، اور یہ معلوم کر کے اور زیادہ خوشی ہوئی کہ جنوبی ہند کے مرکزی مقام بنگلور میں انہوں نے ایک علمی و تحقیقی ادارہ قائم کیا ہے۔'[36] مولانا سید سلمان حسینی ندوی [37] مولانا کی دعوت کو ایک اہم ملی فریضہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

> "مولانا محمد شہاب الدین ندوی ایک ایسے معروف صاحب قلم ہیں جن کے قلمی شاہکاروں کی دھوم مچ چکی ہے، اور ان کے حق میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس دور میں جو چند گنے چنے اصحاب قلم ہیں جنھوں نے جدید علم کلام کو اپنا موضوع بنایا، اور دلائل عقلی سے اسلام کی حقانیت اور عظمت کو ثابت کیا، ان میں مولانا شہاب الدین ندوی صاحب نہ صرف ایک کامیاب متکلم اسلام ہیں بلکہ ایک امتیاز انہیں ایسا بھی حاصل ہے جس میں اس دور کے دوسرے متکلمین کم

ہی ان کے ساتھ شریک ہیں کہ ان کا قلم افراط و تفریط سے پاک ہے۔ انہوں نے امت مسلمہ کے اندر کسی طرح کا اختلاف نہیں پیدا کیا، وہ علمائے حق کے درمیان مقبول و معتبر مفکر، متکلم، محقق اور مصنف ہیں۔" [38]

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی [39] کہتے ہیں کہ مولانا نے اس دور مادیت میں قرآنی افکار و علوم کی جدید اکتشافات میں مطابقت دکھانے کی جو کاوش و کوشش کی، اس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ 'وہ مدتہ العمر مطالعہ و تحقیق اور خدمت قرآن میں مصروف رہے اور متعدد گراں قدر کتابیں اور مضامین سپرد قلم کیں۔ ان کا خاص کارنامہ جدید سائنسی تحقیقات اور قرآنی بیانات میں مطابقت کی تلاش و جستجو ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنی اس حیثیت میں یکتا و یگانہ تھے۔' [40]

تصانیف

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی سو سے زائد تصانیف اور دو درجن سے زائد مقالہ جات ہیں۔ ان تصانیف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ اسلامی فکر و فلسفہ اور کلامیات سے متعلق جبکہ دوسرا اسلامی شریعت سے متعلق ہے۔ اسلامی فکر و فلسفہ اور شریعت سے متعلق ایسے مختلف موضوعات پر لکھا ہے کہ جن موضوعات پر مختلف حلقوں کی جانب سے شبہات و اعتراضات کئے جاتے رہے ہیں۔ ان دونوں اقسام کی کتب میں کچھ قدر مشترک نکات ہیں جو یہ ہیں۔ فطرت و شریعت میں ہم آہنگی، عصر جدید کے مزاج و ماہیت کا پاس و لحاظ، اسلام کی ابدیت و حقانیت پر دلائل، ایمانی حرارت، شکوک و شبہات کا ازالہ، اس کے علاوہ یہ کہ نئی دنیا، نیا زمانہ، قرآن کے پیغام اور رہنمائی کے بہت محتاج ہیں۔ مولانا کی کتب کو مختلف ناشروں نے شائع کیا۔ جن میں مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی اور فرقانیہ اکیڈمی بنگلور زیادہ اہم ہیں۔

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی کتب کے بارے میں علماء کی آراء

حضرت مولانا شاہ سید منت اللہ رحمانی [41] فرماتے ہیں 'مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے 'اسلامی شریعت: علم اور عقل کی میزان میں 'لکھ کر اہل علم پر بڑا احسان کیا ہے، جو وقت کے لحاظ سے بڑی اہم کوشش اور موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت ہے۔ نیز یہ کہ صرف یورپ ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی مستشرقین اور دانشوروں نے اسلام اور اسلامی شریعت پر حملے کئے ہیں، جن کا جواب مولانا شہاب الدین ندوی نے بڑے اچھے انداز میں دیا ہے۔' [42] مولانا حافظ ابو یوسف [43] مولانا کے حوصلے کی بلندی کو ایک موجزن سمندر قرار دیتے ہیں جو کسی طوفان سے بے نیاز ہو کر اپنی منزل کی جانب سفر کر رہا ہو نیز فرماتے ہیں۔ '۔۔۔آپ کے قلم و فکر میں عالمانہ احتیاط اور دانشمندانہ توازن کا پہلو نمایاں رہتا ہے۔ اسلامیات اور قرآن پاک کے تعلق سے آپ کی کئی کتابیں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں، ایک بڑے انشاپرداز کی طرح آپ کی تحریروں میں جن میں سائنس کے جدید انکشافات اور قرآنی حقائق کو بڑی شان اور دبدبہ سے نمایاں کیا گیا ہے ان میں نقد و نظر، علم و بصیرت اور انشاپردازی کے بہترین جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں۔' [44]

فرقانیہ ادارہ تحقیق اور علمی و تحقیقی مجلات

محمد شہاب الدین ندوی نے ٹیپو سلطان شہید کی سرزمین پر ۱۹۷۰ء میں اولین تحقیقی و تصنیفی مرکز 'فرقانیہ اکیڈمی' کا قیام بمقام چک بناور، بنگلور میں عمل میں لایا۔ فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ایک نئی قسم کی علمی تحریک تھی جس کا ایک مقصد یہ تھا کہ تحقیق کر کے نئے انداز کا لٹریچر اردو اور انگریزی زبان میں تیار کیا جائے۔ جو کہ روایاتی اور قدیم قسم کے لٹریچر سے مختلف ہو۔ ٹرسٹ بننے کے بعد سب سے پہلی کتاب "سپریم کورٹ کا فیصلہ: حقائق و واقعات کی روشنی میں" اس ادارے سے شائع ہوئی جو کہ شریعت اسلامیہ سے متعلق ہے۔ مولاناؒ اس اکیڈمی کو اس طرح بنانا چاہتے تھے کہ یہ شریعت و فطرت کی جامع و محافظ ہو۔ بلاشبہ فرقانیہ اکیڈمی کا قیام مولاناؒ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس اکیڈمی کے قیام کے چند مقاصد یہ تھے۔ جدید تحقیقات کی روشنی میں قرآن کے علوم و معارف پیش کرنا، اسلام و قرآن کے خلاف کئے جانے والے گمراہ کن پروپیگنڈہ اور شبہات و اعتراضات کا قرآن کی روشنی میں جواب دینا، اسلامی تعلیمات اور ان کی افادیت کی تشہیر عصری تقاضوں کے پیش نظر کرنا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منجملہ کفر و الحاد کے سیلاب کا سد باب کرنا، تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کو قرآن کے علوم و معارف کی طرف متوجہ کرنا، صالح ادب پیش کرنا، اسلامی علوم و فنون کی تحقیق کی طرف راغب کرنا نیز اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک عظیم الشان ذہنی و فکری انقلاب برپا کرنا۔ مولانا نے جب اس ادارے کو قائم کیا تو پھر اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ اس میں ایک ایسا شعبہ ہونا چاہئے جس میں جدید شرعی مسائل پر تحقیقی کام کیا جا سکے۔ اس بارے میں انہوں نے اپنی کتاب میں یوں لکھا 'مگر ضرورت ہے کہ جدید شرعی مسائل پر خاطر خواہ کام کرنے کے لئے اکیڈمی میں ایک علیٰحدہ شعبہ قائم کیا جائے، جس میں چند باصلاحیت علماء کو وظائف دے کر انہیں تحقیقی کام پر لگایا جائے۔ مگر اس کے لئے اکیڈمی کے پاس کوئی سرمایہ یا فنڈ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

موجود نہیں ہے۔اور نہ ہی مستقل آمدنی ہی کا کوئی ذریعہ ہے۔'[45] فرقانیہ اکیڈمی کا قیام اگرچہ چک باناور بنگلور میں عمل میں آیا۔ مگر اس ادارے کو مختلف جگہوں پر بار بار منتقل کیا گیا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ ۱۹۷۲ء میں فرقانیہ اکیڈمی چک باناور سے قلب شہر پولیس روڈ میں منتقل ہوئی۔ ۱۹۷۵ء میں پولیس روڈ سے اولڈ بمبو بازار منتقل ہوئی۔ ۱۹۷۶ء میں اولڈ بمبو بازار سے داسرہلی منتقل کی گئی۔ ۱۹۷۹ء میں داسرہلی میں اکیڈمی کی نئی عمارت کی تکمیل ہوئی۔ ۱۹۹۳ء میں داسرہلی سے سینٹ جانس چرچ روڈ منتقل کی گئی اور دارالشریعہ (مرکز تحقیقات شرعیہ) کا قیام عمل میں لایا اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی ؒ نے اس کا افتتاح کیا۔ ۱۹۹۶ء میں سینٹ جانس چرچ روڈ سے اسلام آباد ،بسونگڈی منتقل کی گئی۔ پھر ۱۹۹۷ء میں بسونگڈی سے بی،ٹی،ایم،لے آوٹ منتقل کی گئی۔ ۲۰۰۰ء میں مولا نانے اکیڈمی کی مستقل عمارت کی اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی۔[46]

۱۹۷۲ء میں ماہنامہ 'تعمیرِ فکر' کا اجراء کیا۔ تعمیر فکر کے اکثر مضامین اور اداریئے مولانا خود لکھتے۔اس رسالے کا شمار کرناٹک کے ممتاز علمی وادبی رسائل میں ہوتا تھا۔ تقریباً ڈھائی سال تک علوم و معارف کی ضیا پاشی کے بعد یہ رسالہ عوامی علمی ناقدری کا شکار ہوگیا۔۔اس کے بعد ۱۹۷۵ء میں آپ نے ایک سہ ماہی مجلہ جدید علوم اور قرآن مجید پر 'ندائے فرقان' کے نام سے جاری کیا۔ جو کہ علمی طبقے میں بے حد مقبول ہوا۔ ۱۹۷۶ء میں مولانا ماہنامہ 'تعمیرِ فکر اور سہ ماہی مجلہ 'ندائے فرقان' سے دست بردار ہو کر اپنے پسندیدہ موضوع 'قرآن اور سائنس' پر تحقیق و تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ بعد ازاں 'تعمیرِ فکر' کی اشاعت کا سلسلہ پھر سے شروع کیا گیا، اب اس کی اشاعت دو زبانوں میں ہر دو ماہ میں کی جاتی ہے۔ جس کے موجودہ ایڈیٹر مولاناؒ کے فرزند مولانا انیس الرحمٰن ندوی ہیں۔

فرقانیہ اکیڈمی اور علمی و تحقیقی مجلات کے بارے میں علماء و محققین کی آراء

مولانا منصور علی ندوی[47] کے مطابق اس الحاد و دہریت کے دور میں اکیڈمی کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام خاص ہے۔ ۔'اکیڈمی کو مولانا شہاب الدین ندوی کا مل جانا یقیناً ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔اس قحط الرجال کے زمانے میں موصوف کی صلاحیتوں سے اکیڈمی کا فروغ بلاشبہ ایک بہت بڑا باری تعالیٰ کا انعام ہے۔'[48]

مولانا حامد الانصاری غازی[49] نے فرمایا 'فرقانیہ اکیڈمی بنگلور اسلامی علوم و فنون کی تحقیق کے سلسلے میں جو قیمتی کام کر رہی ہے۔ میں اسے ایک عظیم کارنامہ سمجھتا ہوں۔اس ادارہ کے بانی جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے یہ ادارہ قائم کر کے اس اہم ترین انقلابی عہد میں نئی نسل کی صحیح رہنمائی کی ہے اور وقت کا اہم فریضہ ادا کیا ہے۔ نیا زمانہ، نئی دنیا اور نئے ازم اسلام اور قرآن کی رہنمائی کے منتظر ہیں۔'[50] مولانا محمد عبدالرحمٰن ندوی[51] کہتے ہیں کہ ماہنامہ 'تعمیر فکر' کے شمارے خصوصاً مسلم پرسنل لاء نمبر اس کے عروج کی دلیل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں 'مجموعی حیثیت سے 'تعمیر فکر' ہر اعتبار سے بہتر ہے، مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ یہ جدید فکر کی ضرور تعمیر کرے گا'۔[52] جناب شاحد رام نگری[53] تعمیر فکر کے شائع کردہ شماروں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور فرمایا" مسلسل تین خاص نمبروں کی اشاعت آپ کے بلند اور پختہ عزائم کی دلیل ہے۔'امارت شرعیہ نمبر' بڑا مکمل اور جامع ہے۔"[54] ڈاکٹر محمد اسماعیل ندوی[55] 'تعمیر فکر' کے بارے میں فرماتے ہیں'۔ واقعی جنوبی ہند میں آپ کے 'تعمیر فکر' جیسے رسالہ کی ضرورت تھی، خصوصاً ایک ندوی کی ادارت میں۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کو سائنس سے دلچسپی ہے۔ آپ نے فرقانیہ اکیڈمی قائم کردی اور عربی زبان کی نشر و اشاعت کو بھی اپنا مقصد بنالیا ہے۔'[56] مولا نا کے رفقاء اور بیٹوں کی محنت کی بدولت فرقانیہ اکیڈمی آج بھی علم کی روشنی پھیلانے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ مولانا کی آراء و افکار کی جمع و ترتیب کا ایک وسیع منصوبہ فرقانیہ اکیڈمی کے پیشِ نظر ہے۔ مولانا نے جن سینکڑوں قرآنی آیاتِ مبارکہ کی تفسیر و توضیح علم جدید کی روشنی میں اور کلامی نقطہ نظر سے کی نیز درجنوں نامکمل تصنیفات کی تدوین بھی اکیڈمی کے زیرِ غور ہے۔ فرقانیہ اکیڈمی میں مولانا نے قرآن اور سائنس کے موضوع پر لیکچروں کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس سے تعلیم یافتہ طبقے کو ایک نئی بصیرت ملی۔

لائبریری کا قیام

فرقانیہ اکیڈمی ایک ہمہ گیر منصوبہ تھا۔ جس کے تحت درسگاہ، تحقیقی مرکز، دارالمطالعہ دارالترجمہ، دارالاشاعت اور فرقانیہ کالج کا قیام عمل میں لانا تھا۔ اس منصوبے کے تحت کئی شعبوں کا قیام عمل میں آچکا ہے اور یہ بڑی تیزی کے ساتھ سر گرم عمل ہیں۔ اسی میں سے ایک منصوبہ لائبریری کا قیام بھی تھا کیونکہ کسی بھی اچھے تحقیقی و تصنیفی مرکز کے لئے ضروری چیز کتب خانہ کی موجودگی ہے۔ چنانچہ مولانا نے بھی ایسے ہی ایک کتب خانہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں مولانا نے ذخیرہ اسلامیات میں امہات الکتب کا درجہ رکھنے والی قیمتی اور نادر و نایاب کتب ابوظھبی، شارجہ ،دبئی ،کویت، سعودی عرب ،اردن، مصر، متحدہ عرب امارات اور پاکستان سے لا کر جمع کیں۔ اس کتب خانہ میں تقریباً چالیس ہزار نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ ہے۔ جس میں دور جدید کے اہم ترین موضوعات پر معرکتہ الآراء تحقیقی و علمی کتب موجود ہیں۔ اب اس کا نام 'کتب خانہ علامہ شہاب الدین ندوی' رکھ دیا گیا ہے۔

لائبریری کے بارے میں علماء و محققین کی آراء

پروفیسر ضیاءالحسن ندوی [57] نے جب ۱۲ جون ۱۹۹۴ء کو فرقانیہ اکیڈمی اور لائبریری کا دورہ کیا تو ان کے ساتھ بہت سی علمی شخصیات بھی تھیں جنہوں نے مولاناؒ کی اس کاوش کو نہ صرف بہت سراہاں بلکہ مولانا کی لائبریری کے بارے میں یہ بھی کہا 'یہ کتب خانہ بقامت کہتر و بہ قیمت بہتر بلکہ بہترین کی زندہ مثال ہے۔' [58] حضرت مولانا قاسمی [59] نے فرمایا:

> "۔۔۔اکیڈمی میں فراہم کردہ عظیم علمی ذخیرہ کتب کو دیکھ کر خیال آیا کہ جس طرح حیدرآباد کا 'سالار جنگ میوزیم' صرف ایک آدمی کے زوق، محنت اور بے دریغ دولت صرف کرنے کے لحاظ سے منفرد شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح فرقانیہ اکیڈمی کی لائبریری کی عظمت و وسعت اور لاکھوں لاکھ روپے کا ذخیرہ کتبِ ثمینہ مولانا شہاب الدین صاحب زید مجدہ کے علمی، دینی اور اصلاحی ذوق کی انفرادیت کا آئینہ دار ہے۔ ملک میں لائبریریاں اس سے بڑی ضرور موجود ہیں، لیکن فرد احد کی فراہم کردہ اس شاہکار لائبریری کی کوئی مثال شاید یہ ملک نہ پیش کر سکے۔ علمی تحقیق پسند حلقے اور یسرچ اسکالرز کے لئے یہ لائبریری ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔" [60]

حرفِ آخر

مولانا محمد شہاب الدین ندوی □ ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء بمطابق یکم رجب ۱۳۵۰ھ کو ہندوستان کے شہر بنگلور کے مضافات میں بمقام 'چک باناور' میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جس کو علم و حکمت، منصفانہ کردار، بہادری اور دیانت داری جیسے اوصاف وراثت میں ملے تھے۔ تجارت کے پیشے سے ساتھ وابسطہ ہونے کے باوجود جب حصولِ علم کی لگن کم نہ ہوئی تو آپ نے تجارت کو خیر باد کہہ کر پوری طرح سے خود کو حصولِ علم کے لئے وقف کر لیا۔ ندوۃ العلماء سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد خود کو عصری علوم سے بھی آشنا کیا۔ مولانا ان خوش قسمت شخصیات میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنے علمی دور کی ابتدا میں ہی اپنے لئے ایک خاص سمت کا تعین کر لیا۔ قرآنِ مجید کے سائنسی اعجاز پر کام کرنا آپؒ کی خاص دلچسپی کا موضوع تھا۔ اس کے علاوہ اسلامی شریعت پر تحقیقی کام اور تحریک اصلاحِ معاشرہ کا آغاز بھی کیا۔ قرآنِ مجید اور سائنس کے موضوع پر ماہانہ خطبات کا ایک ایسا پروگرام شروع کیا جو کہ بنگلور کی تاریخ کا ایک اولین سلسلہ تھا۔ آپؒ نے متحدہ عرب امارات اور مختلف علاقوں کی جانب علمی سفر کئے۔ مولانا کی ایک علمی خدمت 'تفسیر اسرار القرآن' ہے جس میں چند سورتوں کی تفسیر اپنے خاص انداز میں کی۔ کلامیات و فقہیات اور معاشرتی مسائل پر ایک سو سے زائد کتب تصنیف کیں۔ مولانا نے ٹیپو سلطان شہید □ کی سرزمین پر اولین تحقیقی و تصنیفی مرکز فرقانیہ اکیڈمی کے نام سے قائم کیا۔ یہ ایک ایسی علمی تحریک تھی جس کا مقصد تحقیق کر کے نئے انداز کا لٹریچر اردو اور انگریزی زبان میں تیار کرنا تھا۔ ایک اچھے تحقیقی و تصنیفی مرکز کی طرح اس کے ساتھ ایک لائبریری کی بنیاد رکھی۔ جس میں چالیس ہزار کتب جمع کیں۔ جن میں تقریباً تیس ہزار نادر و نایاب کتب ہیں۔ اس میں دورِ جدید کے اہم ترین موضوعات پر معرکتہ الآراء تحقیقی و علمی کتب موجود ہیں۔ مولاناؒ کی پوری زندگی علمی و تحقیقی کاموں میں گزری اور آپ نے وہ اعلیٰ خدمات انجام دیں جس کی گواہی بہت سے علماء، مذہبی اسکالرز اور محققین نے دی۔ مولانا خود کو 'خادم قرآن' لکھتے تھے ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنی زندگی میں جس قدر ہو سکے قرآنِ عظیم کی خدمت کریں اور یہ ان کے لیے توشہ آخرت بن سکے۔ مولانا نے خالص علمی و تحقیقی کام جماعتی و مسلکی تحدیدات سے مبرا ہو کر کیا جس کے سبب ان کو عمومی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مرتے دم تک اس بات نے آپ کو پریشان کئے رکھا کہ قوم اور خواصِ ملت قرآنِ حکیم سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ اکثر آنکھیں اشک بار ہو جاتیں اور یہ کہتے رہتے انما اشکوبثی وحزنی الی اللہ (میں تو اپنی پریشانی اور غم کا اظہار اللہ ہی کے سامنے کرتا ہوں)۔ مولانا ۱۸/اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات بمطابق ۴/صفر ۱۴۲۳ پر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۵۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

2۔ دیکھئے: میری علمی زندگی کی داستان عبرت، علامہ محمد شہاب الدین ندوی، ص۲۸، ۱۵۲تا۱۵۸،ط، سوم، فرقانیہ اکیڈمی وقف، بنگلور انڈیا،۲۰۱۸ء۔

3۔ دیکھئے: مجدد ملت حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۰، ۲۱،ط، اول، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور انڈیا،۲۰۰۶ء۔

4۔ ایضاً، ص۲۱۔

5۔ دیکھئے: میری علمی زندگی کی داستان عبرت، علامہ محمد شہاب الدین ندوی، ص۳۳، ۳۲۔

6۔ برصغیر کی عظیم علمی شخصیت المعروف مولانا علی میاں ناظم ندوۃ العلماء لکھنو، رکن مجلس تاسیسی رابطہ عالم اسلامی، مکہ معظمہ، رکن مجلس عاملہ موتمر عالم اسلامی، بیروت، رکن مجلس انتظامی، اسلامک سنٹر، جنیوا، وزٹینگ پروفیسر مدینہ یونیورسٹی ودمشق یونیورسٹی، رکن عربی اکادمی، دمشق، صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ اور رکن مجلس شوری دارلعلوم دیوبند سے منسلک رہے۔ (وفات ۱۹۹۹ء) بحوالہ: سید ابوالحسن ندوی کی رحلت، محمد عطاءاللہ صدیقی، ماہنامہ 'محدث' لاہور، ص۶۴، شمارہ ۲، ج۳۲، فروری ۲۰۰۰ء۔

7۔ دیکھئے: مجدد ملت حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۱تا۲۳۔

8۔ ایضاً، ص۲۳، ۲۴۔

9۔ دیکھئے: میری علمی زندگی کی داستان عبرت، علامہ محمد شہاب الدین ندوی، ص۴۶، ۴۵۔

10۔ محقق، ادیب، نعتیہ شاعر، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے انگریزی جنرل کے مدیر، سابق پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ وسابق معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنو، تعمیر حیات 'لکھنو کے مدیر تھے۔ بحوالہ: https://www.urduweb.org/mehfil/threads/ 62383./ڈاکٹر۔عبداللہ۔عباس۔ندوی۔ماہر۔القادری۔کی۔آخری۔سانس page-2

11۔ دیکھئے: مجدد ملت حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۴، ۲۵۔

12۔ دیکھئے: میری علمی زندگی کی داستان عبرت، علامہ محمد شہاب الدین ندوی، ص۵۲۔

13- سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے بھانجے وناظم ندوۃ العلماء لکھنو اور جولائی ۲۰۰۲ میں آل انڈیا پرسنل بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ اور اسلامک سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی کے رکن تاسیسی کے علاوہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، دارلعلوم دیوبند کے رکن اور مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو ودارعرفات رائے بریلی کے سربراہ اور کثیر التصانیف عالم ہیں۔ بحوالہ http://tameerehayat.com/editor1/

14- مشہور مصنف و ادیب، صحافی، داعی، معلم و خطیب متہم دار العلوم ندوۃ العلماء و مدیر مجلہ 'البعث الاسلامی' لکھنو۔ بحوالہ: http://tameerehayat.com/editor6/

15۔ دیکھئے: مجدد ملت حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی نقوش وتاثرات، حاظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۵تا۲۷۔

16۔ ایضاً، ص۲۷، ۲۸۔

17۔ دیکھئے: میری علمی زندگی کی داستان عبرت، علامہ محمد شہاب الدین ندوی، ص۱۱۱، ۱۱۰۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

18۔ ایضاً، ص ۱۱۸۔

19۔ دیکھئے: مجدد ملت حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۳۱، ۳۲۔

20۔ ایضاً، ص ۳۲، ۳۳۔

21۔ دیکھئے: مجدد ملت حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۳۴۔۳۵۔

22۔ ایضاً، ص ۳۵۔۳۶۔

23۔ دیکھیے: عالم ربوبیت میں توحید شہودی کے جلوے اور اہلِ اسلام کی ذمہ داریاں، محمد شہاب الدین ندوی، ص ۲۹، ط، اول، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور، انڈیا، ۲۰۰۳ء۔

24۔ سابق ناظم مدرسہ ریاض العلوم جونپور، اترپردیش، بانی ماہنامہ 'ریاض الجنتہ' (وفات ۱۹۹۹ء) بحوالہ: تری خدمات زندہ ہیں تیرا افیضان باقی ہے، عبدالعظیم ندوی، ص ۵، ماہنامہ 'ریاض الجنتہ' جونپور، جولائی تا نومبر ۱۹۹۹ء۔

25۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی□: نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۶۱۔

26۔ قرآن عظیم کا نظام دلائل اور ملت اسلامیہ کی نشاتہ ثانیہ، محمد شہاب الدین ندوی، ص ۱۴، ۱۵، ط، اول، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور، انڈیا، ۲۰۰۲ء۔

27۔ مشہور معلم، مفکر، صاحب طرز ادیب، مورخ، روزنامہ وویکلی 'سالار' کے مدیر اعلیٰ، ، بانی و سابق وائس چانسلر منگلور و گوا، یونیورسٹیز بحوالہ: ارمغان سالار، پروفیسر بی شیخ علی، ط، اول، سالار پبلی کیشنز ٹرسٹ، بنگلور انڈیا، ۲۰۰۹۔

28۔ روزنامہ 'سالار' بنگلور ۲۳ مئی ۲۰۰۲ء، بحوالہ: علامہ محمد شہاب الدین ندوی□: نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۱۰۶۔

29۔ سابق مشیر UNESCO، پیرس اور اسلامک ڈیولپمنٹ بنک، جدہ، سکریٹری جنرل ٹیپو سلطان اعلیٰ تعلیمی و تحقیقی مرکز، بنگلور۔

30۔ روزنامہ 'اردو ٹائمز' بمبئی، ۲۳ اگست ۲۰۰۲ء۔ بحوالہ: علامہ محمد شہاب الدین ندوی□: نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۱۱۴، ۱۱۵۔

31۔ مفسر قرآن، ناگپور مجلس تعلیم القرآن ناگپور کے بانی وسرپرست، ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی اور مجلس نظامت کے رکن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کورٹ کے ممبر، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے رکن اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داران میں شامل رہے (وفات ۲۰۰۷ء)۔ 'سہ ماہی عالمی اردو ادب'، ص ۶۱، جنوری تا مارچ ۲۰۱۵ء۔ بحوالہ: http://www.scholarsimpact.com/urdu/wp-content/uploads/2015/04/016.pdf

32۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی□: نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۱۴۴۔

33۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین، ادیب، عربی ادب کے سینئر استاد، عربی واردو کتب کے مصنف ومترجم اور مدیر ماہنامہ 'الداعی' دارالعلوم، دیوبند۔

34۔ ماہنامہ 'الداعی' جمادی الاول ۱۴۲۳ھ (عربی سے اردو ترجمہ)، بحوالہ: علامہ محمد شہاب الدین ندوی□: نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۱۵۷۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

35۔ شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو،استاد پروفیسر حدیث جامعۃ العین، متحدہ عرب امارات، سابق قاضی و مستشار علمی محکمہ شرعیہ ابو ظہبی، ممبر مجلس شوریٰ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو، دارالمصنفین اعظم گڑھ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، دار لعلوم تاج المساجد بھوپال و محب الدین مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی منگراواں اعظم گڑھ کے صدر اور علوم اسلامیہ کی خدمات کے لئے ۲۰۰۸ میں صدر جمہوریہ ہند کے ایوارڈ یافتہ۔بحوالہ: http://algazali.org/index.php?threads/حضرت۔ مولانا ۔ تقی۔ الدین ۔ مظاہری۔ندوی۔نامورعالم۔ومحدث.5454/

36۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۱۶۷۔

37۔ عہد حاضر کے مشہور عالم، خطیب، استاد تفسیر و حدیث، دار لعلوم ندوۃ العلماء لکھنو، عمید کلیۃ الدعوۃ والاعلام، جامعۃ الامام اُحمد بن عرفان الشھید، ملیح آباد، احمد آباد کٹولی، لکھنؤ کے ناظم، جمعیۃ شباب الاسلام کے صدر اور بھارت کے متعدد مدارس کے سرپرست ہیں۔

38۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۱۶۹۔

39۔ معروف ادیب، متعدد مقالات وکتب کے مولف، تحقیق و علم کی مشرقی واسلامی روایات کے پاسدار، استاد، محقق و عالم۔بحوالہ: شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات وخدمات، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ص۴، ادبی دائرہ اعظم گڑھ (یو، پی) ۲۰۰۷۔

40۔ ماہنامہ 'الرشاد' مئی۔جون ۲۰۰۴ء، میری علمی زندگی کی داستان عبرت پر تبصرہ، بحوالہ: علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۲۲۳۔

41۔ سابق رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند وندوۃ العلماء اور سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

42۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۱۴۶، ۱۴۵۔

43۔ بانی مولانا آزاد اکیڈمی، حیدر آباد۔

44۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۲۲۰۔

45۔ اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں، ص۱۵، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س۔ن۔

46۔ دیکھیے: علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۵-۲۸۔

47۔ آنریری سکریٹری مدھیہ پردیش دینی تعلیمی کانفرنس، بھوپال۔

48۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۵۸۔

49۔ صدر جمعیت علمائے مہاراشٹرا، بمبئی۔

50۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص ۲۵۳۔

51۔ ناظم جامع دار الحدیث، حیدر آباد۔

52۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۴۹، ۲۴۸۔

53۔ مدیر ہفت روزہ 'النقیب' پٹنہ۔

54۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی □ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۲۷۔

55۔پروفیسر کلیتہ الادب، جامعہ قسطنطنیہ، الجزائر۔

56۔ علامہ محمد شہاب الدین ندوی□ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۲۹۔

57۔سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی۔

58۔علامہ محمد شہاب الدین ندوی□ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۲۱۸۔

59۔سابق مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند (وفات ۲۰۱۸ء)۔بحوالہ: سیرت و شخصیت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب، مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی، ج ۲، ص۲۳، حجتہ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند، ۲۰۱۸ء۔

60۔علامہ محمد شہاب الدین ندوی□ : نقوش وتاثرات، حافظ جمیل الرحمٰن ندوی، ص۱۸۹۔